گوہر بے آب

دانین خان

گوہرِ بے آب

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از قلم دانین خان

All Rights Reserved

Copyright: Daneen Khan (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.com

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ضروری بات

گوہرِ بے آب کے تمام جملہ حقوق لکھاری "دانین خان" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

قسط نمبر:07

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کی گاڑی ایک ن ئی ی بنی عمارت کے سامنے آ کر رکی۔

مآرب نے خلق تر کیا اس کے ہاتھ ہلکے ہلکے کانپ رہے تھے۔ وہ گاڑی کا دروزاہ کھول کر باہر نکلی۔ نظر عمارت پر ٹکی تھی۔ جس کا آدھا حصہ تباہ ہو چکا تھا۔ ناجانے اندر کی حالت کیسی تھی۔

تبھی سامنے سے بھاگتی ہوئی اس کی اسسٹنٹ آئی۔ وہ اس حد تک بوکھلائی ہوئی تھی کہ چہرے کی ہوائی یں صاف اڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

"می میم میم سارا کچھ برباد ہو چکا ہے۔ ہم ہماری ساری محنت ضائی ع ہو گ ئی۔"

مآرب نے اونچی کھڑی عمارت سے نظر ہٹائی اور اسسٹنٹ کو دیکھا۔ اس کی خالی خالی نظریں دیکھ کر اس لڑکی کے حلق میں آنسو کا گولا سا اٹک گیا۔ وہ جانتی تھی اس پروجکٹ کیل ئے مآرب اعوان نے کیسے نہ دن رات ایک ک ئے تھے۔

مآرب نے قدموں کو کھینچا اور عمارت کے اندر چلی گ ئی۔ اسسٹنٹ اس کے پیچھے ہو لی۔

اندر کا منظر یوں تھا کہ ہر چیز جل کر راکھ ہو چکی تھی۔

شاٹ سرکٹ کی وجہ سے لگی آگ عمارت کے اندرونی حصے کو مکمل کنڈر بنا چکی تھی۔

یہ ایک ایک حصہ اس نے خود ڈیزائی ن کیا تھا۔ رتجگے منا کر اس نے ہر چیز خود ترتیب دی تھی۔

اور اب اپنی دن رات کی محنت کو آگ سے راکھ بنتے دیکھنا سوہان روح ہی تو تھا۔

اس کی ٹیم دکھ سے کبھی اپنی بوس کو دیکھتی اور کبھی اس کنڈر ہوئی عمارت کو۔

مآرب نے ایک گہری خاموش نظر اطراف میں دوڑائی اور کچھ کہے بغیر عمارت سے نکلی۔ پر گاڑی میں بیٹھنے کی بجائے کچھ قدم چل کر اسی عمارت سے تھوڑی دوری پر مین سڑک پر آتے فٹ پاتھ پر بیٹھ گ ئی۔

چہرہ ہاتھوں میں گرائے اس نے نظر سڑک پر ٹکا دی۔ پلکیں زور زور سے جھپکی تا کہ آنسوؤں کو دکھیل سکے لیکن وہ ڈھیٹ بنے بلا آخر بہہ ہی نکلے۔

"تمہارے پاس اتنے پیسے کہاں سے آئے۔"

وہ دس سال کی خوبصورت سی بچی اپنی پندرہ سالہ بہن کو پیسے گنتے دیکھ حیرانگی سے سوال گو ہوئی۔

"یہ میری پوکٹ منی ہے جو میں نے سیو کر کے رکھی تھی۔"

پندرہ سالہ لڑکی سو سو اور ہزار ہزار کے نوٹ گنتے مصروف سے انداز میں بولی۔

"تم اتنے سارے پیسوں کا کیا کروں گی۔"

دس سالہ بچی نے تجسس بھرے اشتیاق سے پوچھا۔

"میں یہ چوکیدار چاچا کو دوں گی ان کے بیٹے کی شادی ہے ناں۔ انہیں ضرورت پڑھے گی۔"

اس نے پورے پیسے گنے۔ وہ کل بس ہزار روپے تھے۔

ایک اطمینان بنی نگاہ ان نوٹوں پر ڈالی اور پھر وہ مسکرائی تھی۔

وہ ایسی ہی تھی اپنی پوکٹ منی جمع کرنا اور پھر کسی ضرورت مند کو دے دینا۔

وہ پندرہ سال کی لڑکی ایک احساس مند لڑکی تھی۔

اور ایکسویں صدی میں احساس والے لوگ بڑی مشکلوں ملتے ہیں۔

وہ نا جانے کتنی دیر وہی سڑک کنارے بیٹھی رہی جب واقعتاً ایک گاڑی تیزی سے آتی اس کے پاس رکی۔ اسے دروازہ تیزی سے کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔ مآرب نے سر نہ اٹھایا یہاں تک کہ آنے والا اس کے پاس آکر رکا۔

"مآرب۔"

آنسو جو رک چکے تھے یہ آواز سنتے ن ئے سرے سے بہنا شروع ہوئے۔

وہ اسی پوزیشن میں بیٹھی رہی جبکہ وہ اس کی جانب سے خاموشی پا کر جھکا اور اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔

یوعان نے دائیں ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر ہلکا سا اوپر اٹھایا۔

اب مآرب اعوان کی بھیگیں آنکھیں اس کے سامنے تھی۔ یوعان شیخ کو لگا کسی نے خنجر سے اس کے سینے پر وار کیا ہو۔

"مآ۔۔۔۔"

اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ آنسو صاف کرتے اٹھی۔

"گھر چلتے ہیں۔"

یوعان نے سر اٹھائے اسے دیکھا۔ وہ خود کو یوں کمپوز کر چکی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

یوعان شیخ ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتا کھڑا ہوا تھا۔

وہ آسانی سے تکلیف ظاہر نہیں کرتی تھی کیونکہ وہ مآرب اعوان تھی وہ جانتا تھا۔

یہ ایک کلب کا منظر تھا۔ جہاں وہ صوفے کی پشت سے سر ٹھکائے بنا پلکیں جھپکائے چھت پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا۔ جو تواتر سے بھرتا جا رہا تھا۔ آنکھوں سے خاموش آنسو گرتے کنپٹی سے ہوتے بالوں میں جزب ہوتے جا رہے تھے۔

کلب کے اس اندھیرے حصے میں پناہ لئے وہ یوں بے حال دیکھائی دے رہا تھا۔ جیسے سب کچھ لوٹا کے کوئی ہارا ہوا شخص ہو۔

سینے میں بائیں طرف مسلسل اٹھتا درد آنسوں کے ذریعے نکلتا جا رہا تھا۔ لیکن گھٹن میں کمی تھی کہ آ ہی نہیں رہی تھی۔

ذہین میں زہریلی سوچیں ایک مرتبہ پھر سے جنم لینے لگی۔

کیا وہ سچ جاننے کے بعد اس سے رشتہ رکھ پائے گی۔

رشتہ کیا وہ تو اس کی شکل دیکھنے کی راوادار بھی نہیں ہو گی۔

لیکن اسے بتائے گا کون۔

میں اسے پتا لگنے ہی نہیں دوں گا۔

لیکن یہ ضمیر۔۔۔۔۔ یہ تو سانس بند کئے جا رہا ہے۔

اس نے تکلیف سے ہونٹ کاٹتے بمشکل سسکی روکی۔ اور ہاتھ میں پکڑا گلاس ایک ہی گھونٹ میں چھڑا لیا۔

وہ جب سے آئی تھی ایک ہی پوزیشن میں صوفے پر بیٹھی تھی۔ ٹانگوں کے گرد بازوں لپیٹے لبوں پر قفل لگائے وہ یوعان کو پریشانی میں مبتلا کر رہی تھی۔

وہ گرم گرم کافی کا مگ اس کے سامنے رکھ کر ساتھ بیٹھ گیا۔ ایک نظر اس کے فون پر ڈالی جو مسلسل تیس منٹ سے بج رہا تھا۔

یوعان نے فون سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا۔

"آپ فون نہ اٹھا کر ان کا غصہ بڑھا رہی ہے۔"

اس کا اشارہ کریم اعوان کی طرف تھا۔

مآرب نے اسی طرح بیٹھے بیٹھے سر اس کی طرف گھمایا۔

آنکھیں پھر سے چلکھنے کو بے تاب تھی۔ پر وہ خود پر قابو پائے نہایت ہی دھیمے لہجے میں کسی خوفزدہ بچے کی طرح بولی۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

یوعان نے گہری سانس سینے سے خارج کی۔ یہ آنکھیں کسی ڈری خوفزدہ ہرنی کی مانند لگ رہی تھی۔

اس نے مآرب کے سر کے پیچھے ہاتھ رکھ کر تھوڑا سے خود کے نزدیک کیا۔ اور نرمی سے گویا ہوا۔

"کیا میرا ساتھ ہونا کافی نہیں ہے۔"

مآرب نے نفی میں سر ہلایا۔ آنسو لٹک کر گال پر بہہ آیا۔

"میں ان کی اُمیدوں پر پورا نہیں اتر پائی۔ وہ۔۔۔۔"

کانپتی تھوڑی نے بات مکمل کرنے نہ دی۔

یوعان شخص کو یہ کمزور ڈری ڈری لڑکی تکلیف دے رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے اس کا سر سینے سے لگایا۔ اب تھوڑی کی جگہ اس کا وجود کانپ رہا تھا۔

جو کچھ دیر پہلے کمپوز تھی اب پھر سے بکھر رہی تھی۔

"وہ۔۔۔۔۔وہ پرفکشنسٹ ہے یوعان اور مجھے پرفکٹ بننا تھا۔ مجھے خود کو ان کی نظروں میں ہمیشہ بسٹ رکھنا تھا۔ مجھ سے اتنی بڑی غلطی کیسے ہو گئی میں نے اپنی محنت کیسے برباد ہونے دی۔"

وہ خاموشی سے اس کا سر تپکھتا رہا۔

آنکھوں میں افسوس کے ساتھ کوئی اور بھی احساس تھا۔ شاید نفرت کا۔۔۔۔۔

"کیا آپ اپنی ہر کامیابی پر ایسے ہی روتی ہے۔"

مارب ٹھٹکی۔ سر اس کے سینے سے اٹھایا۔

یوعان شیخ نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔

"اب تک کتنی بار ناکام ہوئی ہے۔"

وہ یونہی اسے دیکھتی رہی۔

"جواب دے مارب اب تک کتنی بار ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔"

"میں ہمیشہ کامیاب ٹھہری ہوں۔"

بڑے فخر سے اس نے جواب دیا۔ وہ اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"تو سمجھے اس بار قدرت آپ کو ناکامی کا مزہ چھکا رہی ہے۔ انسان ہر بار جب کامیاب ٹھہرے گا تو وہ ناکامی کو تو بھول ہی جائے گا۔ اور۔۔۔۔۔ناکامیاں بڑے بڑے سبق دیتی ہے۔"

یہ بات خاک اس کے پلے نہ پڑی تھی بلکہ وہ اسے یوں دیکھتی رہی جیسے کوئی کسی پاگل کو دیکھتا ہے۔

اس کے تاثرات دیکھ کر وہ ہلکا سا ہنس دیا۔

پھر اس کے بال بگھاڑتے نرمی سے بولتے کمرے میں چلا گیا۔

"سو جائی یں کل کا دن تکا دینے والا ہو گا۔"

"بی بی ٹھیک ہے۔"

وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ شاہ نواز کی آواز نے چونکا دیا۔

"وہ ٹھیک ہے ایسا وہ پریٹنڈ کرتی ہے۔ پر میں جانتا ہوں وہ ٹھیک نہیں ہے۔"

اسے یاد آیا جب صبح اٹھ کر وہ گنگناتے ہوئے تیار ہو رہی تھی۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

"آپ کو نہیں لگتا یہ کچھ زیادہ ہو گیا ہے۔"

یوعان نے سر سیٹ کی پشت پر گرا دیا۔ اور آنکھیں موند لی۔

"اسے یہ تکلیف سہنی ہے۔ جو میں اس کے ساتھ کر رہا ہوں وہ اس سے بہت کم ہے جو اس کے ساتھ ہو چکا ہے۔"

شاہ نے سر ہلایا جبکہ اندر سے وہ اب بھی مطمین نہیں تھا۔

تھوڑی دیر میں ان کی گاڑی اعوان کمینز کے آگے رکی تھی۔

آج ڈاریکٹرز کی میٹنگ تھی۔ اب فیصلہ مآرب کے حق میں ہونا تھا یا اس کے خلاف یہ تو آگے وقت طے کرتا۔

میٹنگ روم لوگوں سے بھرا ہوا تھا جب وہ داخل ہوا۔ سنجیدگی اوڑھ کر لوگوں کو سلام کا جواب سر ہلا کر دیتے وہ جا کر مآرب اعوان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جویکٹک اسے دیکھ رہی تھی۔

"فیصلہ میرے حق میں دیں گے۔"

اس نے سرگوشی کی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے۔"

وہ بھنوئیں اچکا گیا۔

مآرب نے نظریں پھیر لی۔ وہاں مریم یسال یوشع حسن شیخ اور اس کا باپ بھی تھا کریم اعوان جس سے وہ ایک بار بھی نظریں نہیں ملا پائی تھی۔ اور وہ وقتاً فوقتاً ایک سرد نگاہ اس پر ڈال لیتے۔

"چونکہ سب لوگ یہاں موجود ہے اس لیے ہمیں میٹنگ شروع کر دینی چاہیے۔"

"مآرب اعوان آپ چونکہ ایک بہت ہی خونخوار بزنس وومن ہے لیکن آپ کی پہلی غلطی ہی اتنی بڑی ہے کہ رعایت کے کوئی معنی ہی نہیں بنتے۔"

کوئی ایک افسوس سے بولا۔

کریم اعوان کی برفیلی نظریں پھر سے اس پہ آ کے ٹک گ ئی۔ پر وہ بولنے والے کو دیکھ رہی تھی۔

"مسز شیخ۔۔۔۔۔۔ ہماری جانچ کے مطابق شاٹ سرکٹ اس وجہ سے ہوا ہے کہ وائی رز انتہائی تھرڈ کلاس استعمال کی گ ئی تھی۔ حالانکہ بجٹ آپ کو ڈیمانڈ سے زیادہ مہیا کیا گیا تھا۔ اب آپ اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہ ئے گی۔"

وہ مضبوطی سے اس بندے کو دیکھتی رہی جس کی آنکھوں میں تمخسر تھا۔ لیکن کون جانتا تھا کہ ٹیبل کے نیچے اس کا دائی یں ہاتھ کانپ رہا ہے جسے وہ مٹھی بھینچ کر قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ معاً ایک بھاری ہاتھ نے اس کے ہاتھ کو اپنی آہنی گرفت میں لیا اور انگلیاں اس کی انگلیوں میں پھنسا کر مضبوطی سے تھام لیا۔ یہ لمس جانا پہنچانا تھا۔ اس کی دھڑکن ایکدم سے معمول پر آگ ئی تھی۔

"آپ کل کر بات کرے طارق صاحب میں آپ کی باتوں میں چھپ معنی ڈھونڈنے سے قاصر ہوں۔"

وہ طنزیہ مسکرائے۔

"بات صاف ہے جب آپ کے پاس بجٹ آپ کی اوقات سے زیادہ تھا۔ تو غپلا کرنے کی کیا ضرورت۔۔۔۔۔۔"

یوعان شیخ ایکدم سے ٹیک چھوڑ کر مائی ک منہ کے قریب کرتا ٹھنڈے لہجے میں بولا۔

"زبان سنبھال کر بات کرے طارق بٹ کہی آپ کی کرسی کو یہ لہجہ بھاری نہ پڑ جائے۔ میری بیوی کی اوقات کیا ہے یہ آپ جیسے کم ضرف یہاں بیٹھ کر طے نہیں کریں گے۔"

اس کے لہجے میں ایسی غراہٹ تھی کہ مقابل کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔ مریم نے داد دینے والے انداز میں مآرب کو دیکھا۔ جبکہ یوشع اور یسال نے سر نیچے ک ئے مسکراہٹ دبائی تھی۔

"مآرب آپ کچھ کہنا چاہ ئے گی۔"

ماحول کی گرمی دیکھتے حسن شیخ کو بیچ میں بولنا پڑا۔

مآرب نے گہری سانس خارج کی۔

"میں نے ہر کام اپنی سوپروژن میں کیا تھا۔ وائی رز خود میں نے چیک کی تھی۔ اب جو وائی رز ہے وہ ان سے بالکل مختلف ہے جو میں نے اپرو کی تھی۔"

"تو آپ کہنا چاہتی ہے کہ کسی نے سازش کی ہے آپ کو گرانے کی۔"

مآرب نے اثبات میں سر ہلایا۔

لوگوں میں ایکدم سے بے چینی پھیل گئی۔ تبھی ایک آواز آئی۔

"آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے۔"

یہ مریم تھی۔

(اس کا فون وائی بریٹ ہوا۔ وہ جس کا سارا دھیان مآرب کے ہاتھ پر تھا چونک کر فون کو دیکھا ہو سپیٹل کی طرف سے پیغام تھا۔)

اب سب مآرب کو دیکھنے لگے۔ جس نے ضبط سے آنکھیں میچ کر کھولی۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

اس کے ہونٹ طنزیہ انداز میں پھیلے۔ مآرب نظریں پھیر گئی۔

"ہم آپ کو موقع دیتے ہیں مآرب اعوان آپ کے پاس ایک مہینہ ہے آپ ثبوت اور مجرم دونوں ڈھونڈ لیجئے۔ تب تک کیل ئے بورڈ اف ڈرایکٹرز فیصلہ کریں گے کہ آپ کو رکھنا ہے یا پھر سسپنڈ کرنا ہے۔"

اس نے جبڑے بھینچ کر سر ہلایا۔

اور پھر کچھ ہی دیر میں ووٹنگ کے ذریعے فیصلہ سنا دیا گیا۔

"مآرب اعوان آپ کو ایک مہینے کیل ئے سسپنڈ کر دیا جاتا ہے۔ اس ایک مہینہ میں آپ ثبوت نہ لا پائی تو آپ سے یہ عہدہ چھین لیا جائے گا۔ تب تک کیل ئے آپ کی جگہ یسال اعوان کے حوالے کی جاتی ہے۔"

اس نے بغیر کسی تاثر کے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ جبکہ حالت تو یسال کی بری ہو گئی تھی وہ ایکدم چونک کر سیدھا ہوا احتجاج کرنے کی کوشش کی لیکن آگے سے باپ نے گھور کر خاموش کرا دیا۔

میٹنگ برخاست ہو گئی ایک ایک کر کے سارے نکلتے گئے۔ کریم اعوان آکر اس کے پاس رکے۔ مآرب کی نظریں زمین سے لگ گئی۔ انہوں نے نفی میں سر ہلایا اور بغیر کچھ کہے آگے بڑھ گئے۔

مآرب نے سختی سے ہونٹ کاٹتے آنکھیں زور سے میچ کر سر اٹھایا۔ سامنے ہی یوعان شیخ کھڑا تھا۔

"آپ گھر جائیں میں آپ سے شام میں ملتا ہوں۔"

اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر وہ دھیمے لہجے میں بول کر تیزی سے میٹنگ روم سے باہر نکلا۔

حواس باختگی میں ہسپتال کے اس کمرے کا دروازہ دھکیل کر وہ اندر داخل ہوا تھا۔ پیچھے پیچھے شاہ نواز بھی تھا۔

"مبارک ہو یوعان صاحب آپ کے عزیز کو ہوش آ گیا ہے۔"

ڈاکٹر جو مریض کو چیک کر رہا تھا اس کی طرف متوجہ ہوتے خوشگوار لہجے میں بولا۔

یوعان بے تابی سے اس کے سرہانے آیا تھا۔

"عیسی۔۔۔۔"

اس کی آواز میں کرب تھا۔ عیسی بلال کی آنکھ کے کونے سے آنسو قطروں کی صورت میں گرے تھے۔

یوعان شیخ نے جبڑے بھینچے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"ٹھیک ہو۔"

عیسی نے آہستگی سے سر ہلایا۔

"مسٹر بلال اب بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ فلحال چلنے پھرنے سے قاصر ہے توانائی کی شدید کمی ہے جو کچھ فزیو تھراپیز سے جلد ٹھیک ہو جائے گی انا شا اللہ۔"

ڈاکٹر نے پیشہ وارنہ انداز میں کہا اور پھر کچھ ہدایات دے کر نرس کے ساتھ کمرے سے نکل گیا۔

عیسی نے شاہ نواز کو دیکھا اور مسکرا دیا۔ جس کے چہرے پر اس کیلئے فکر تھی۔

"کیسے ہو شاہ۔"

شاہ نواز ہنس دیا۔

"ہمیشہ کی طرح کنوارا ہوں۔"

عیسی کی آنکھیں مسکرائی تھی۔ ان دونوں کا تعلق دوستوں سے بڑھ کر تھا۔

شاہ نواز سے نظریں ہٹا کر وہ یوعان کی جانب متوجہ ہوا جس کی پریشان نگاہیں اسی پر تھی۔

"شادی کرلی تم نے۔"

(شادی کرلی تم نے۔)

بولتے ہوئے اس کے حلق میں ہلکا ہلکا درد ہوتا تھا تبھی بکھرے لفظ ہونٹوں سے ادا ہو رہے تھے۔

"کرلی ہے۔"

"کس سے۔"

یوعان شیخ کی آنکھوں میں پراسراریت سی ٹھہر گئی۔

"تمہیں پسند نہیں آئے گی۔"

عیسی کی بھنوئیں ساتھ جڑھ گئی۔اور ہونٹوں سے سوال بے ساختہ پھسلا۔

"کیوں۔"

یوعان ابھی بولنے کیلئے منہ کھولتا کہ دروازہ دھڑام سے کھول کر کوئی داخل ہوا۔

"تمہارے ہوش میں آنے کے بعد پہلا حق میرا تھا کہ تم مجھے دیکھتے آخر کو تمہاری ہونے والی بیوی ہوں۔ لیکن یہاں تو۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ عنوہ حمید تھی۔یوعان شیخ پر نظر پڑتے اس کے ہونٹ کی سیٹی کی صورت گول ہوئے۔

"اوہ ہ ہ یہاں تو یوعان شیخ موجود ہے۔مجھے تو خیر حیرت نہیں ہوئی لیکن جناب آپ کی بیگم کو یہ بات شاید ناگوار گزرے۔"

پھر وہ شاہ نواز کی جانب گھومی۔

"سنو جو میری سمجھ میں بات بیٹھ رہی ہے کیا وہی حقیقت ہے۔ تمہارے مالک کی یہاں موجودگی تو خطرے کی علامت ہے۔ دیکھو پہلے سے بتادو میری دوست کا دل اگر ٹوٹنے والا ہے تو میں پہلے سے ٹشو کا انتظام کرلو۔"

وہ مزے سے شاہ نواز کو حیرت میں ڈالے اپنی ہانکے جارہی تھی جبکہ اس بات سے باخبر کہ لہو رنگ قہر برساتی نگاہیں اس کے سوہنے مکڑے پر جمی ہوئی ہے۔

یوعان نے ایک نظر عیسی کی بگھڑتی حالت کو دیکھا اور دوسری نظر اس لاپرواہ لڑکی کو جو بڑے حق سے یہاں موجود تھی۔

"اس اسے اسے۔۔۔۔"

اسے لگا اس کے دماغ کی نسیں پھٹ جائے گی اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن یوعان نے تیزی سے اسے واپس لٹا دیا۔

"عیسی ابھی نہیں۔۔۔۔"

اس کے لہجے میں تنبیہہ تھی جبکہ وہ سرخ چہرہ لئے زہر خند نظروں سے عنوہ حمید کو دیکھ رہا تھا۔ جو اس کی حالت پر مسکرائی تھی۔۔۔۔ وہ الگ بات کہ آنکھوں نے اس مسکراہٹ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔

"کالم ڈاون مسٹر ہونے والے ہسبنڈ میں تمہارا زیادہ ضبط نہیں آزماوں گی۔ جا رہی ہوں بس جانے سے پہلے اتنا بتا دو کہ قاضی صاحب کو کب دعوت دینی ہے۔"

عیسی بلال نے اپنی پوری قوت کا استعمال کر کے سائی ڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھا کر اس کی طرف پھینکا تھا۔ جسے وہ سرعت سے کیچ کر گئی۔ اس کی یہ حرکت شاہ نواز کے ساتھ یوعان شیخ کیلئے بھی دنگ کر دینی والی تھی۔ اسے عیسی بلال سے اس حرکت کی توقع ہرگز نہیں تھی۔

"تم تو بہت غصیلے ہو گئے ہو خیر چلتی ہوں جلد ملاقات ہو گی۔"

اب کے وہ آنکھوں سمیت مسکرائی اور ہاتھ میں پکڑا کانچ کا گلاس سامنے دیوار پر دے مارا۔ جو چکنا چور ہو کر زمین پر بکھر گیا۔ اور بڑی شان سے وہاں سے نکلی۔ جبکہ پیچھے ہر فرد اپنی جگہ دنگ رہ گیا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

(میم میں نے خود وٹنگ چیک کی تھی جس میں سے ایک ووٹ یسال سر کا بھی تھا۔ اور میرے لئے شاک کی بات یہ ہے کہ۔۔۔۔۔۔)

"مآرب ٹھیک سے کھانا کھائی یے۔"

اسے مسلسل پلیٹ میں چمچ گھماتے یوعان نے بے ساختہ اسے ٹوکا تھا۔

وہ چونک کر سر اٹھائے اسے غائب دماغی سے دیکھنے لگی۔

"کیا میں نے اتنا برا کھانا بنایا تھا لیکن میری بریانی کی تو شاہ بھائی بڑی تعریف کرتے ہیں۔"

یوشع نے مصنوعی افسردگی سے کہا۔ اس کے اتنے برے دن کو دیکھتے آج اس نے خاص مآرب کیلئے بریانی بنائی تھی۔ یسال بھی یہی آ گیا تھا اور اب اس کی خاموشی اسے چھب رہی تھی۔

"کھانا کھاو مآرب تمہاری بھوک تو حالات ٹھیک کرنے سے رہی۔"

یسال نے سنجیدگی سے ٹوکا۔

وہ یوعان سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھنے لگی اب کے ان نگاہوں میں خالی پن تھا۔ کانوں میں اپنی اسسٹنٹ کی آواز گھونجی۔

(کہ وہ آپ کے خلاف تھا۔)

اس کی آنکھیں جلنے لگی تو سر اپنی پلیٹ پر جھکا لیا۔ اور آنکھیں سختی سے میچ لی۔ ایک آنسو چھپکے سے بہہ نکلا۔

یہ یقیناً جھوٹ تھا یسال اس کے ساتھ اتنا برا نہیں کر سکتا۔

یوعان جس کی ساری حسسیات اسی کی جانب تھی۔ اس کے گال پر پھسلتا وہ واحد آنسو وہ دیکھ چکا تھا۔

آنکھوں میں وہی پر اسراریت جاگی۔ اور دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہوا۔

"بہت جلد تم سچ تک پہنچ جاو گی۔ اور میں اسی دن کا انتظار کر رہا ہوں۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ کسی ضروری کال پر مصروف تھی جب سڑک پر ہارن کے شور نے توجہ اپنی جانب کھینچ لی۔

وہ ایک لڑکی تھی جو سڑک پار کر رہی تھی۔ اب وہ ٹھہری رحم دل لڑکی فون چھوڑے بھاگ کر اس لڑکی کو ہاتھ سے اپنی اور کھینچا اور تبھی گاڑی تیزی سے بہت ہی پاس سے گزر گئی

"پاگل ہو گئی ہو تم دیکھائی نہیں دے رہا تمہیں۔"

وہ اسے جھنجھوڑ کر غصے سے بولی۔

تو لڑکی کی شرمندہ سی آواز نکلی۔

"دیکھائی ہی تو نہیں دیتا۔"

وہ ٹھٹک گ ئی۔ بغور اسے دیکھا تو سمجھ آیا کہ لڑکی نابینا ہے۔

"بیٹا تم ٹھیک ہو۔"

ایک آدمی بھاگ کر آتا اس لڑکی کو گلے سے لگائے پریشانی سے بولا۔

"شکریہ میڈم آپ نے میری بچی کی جان بچالی ورنہ آج تو۔۔۔۔"

لرزتے لہجے میں بولتے وہ بات پوری ہی نہ کر سکا۔ اس نے غور کیا وہ اس کے آفس کا چوکیدار تھا۔

"بیٹی ہے یہ آپ کی بابا۔"

"جی میڈم جی۔ مجھ سے ملنے آرہی تھی اس کی چھڑی ٹوٹ گ ئی ہے تبھی سڑک پار کرنے میں چوک گ ئی۔"

اس نے لڑکی کو دیکھا۔ جو نروس سی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔ اس کی نظر لڑکی کے چہرے پر ٹھہر گ ئی اس کا چہرہ ایسا تھا کہ نگاہ ہٹانے سے نہ ہٹے۔

"کیا یہ پیدائی شی طور پر ہے یا۔۔۔۔"

اس نے جان بھوج کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

وہ باپ اذیت سے مسکایا۔

"نا میڈم جی میری بیٹی ٹھیک ٹھاک پیدا ہوئی تھی وہ تو بچپن میں ایک حادثے میں بینائی کھو بیٹھی۔"

"تو پھر تو علاج ممکن ہو گا بابا۔"

اسے اچانک سے اس لڑکی میں دلچسپی سی ہونے لگی۔

"جی میڈم جی علاج تو آج کل ہر بیماری کا ممکن ہے لیکن میڈم جی۔۔۔۔"

وہ ہچکچایا۔۔

"ہماری اتنی استاعت کہاں ہے میڈم جی کہ اتنا مہنگا علاج کرا سکے۔"

اس نے پر سوچ انداز میں اس لڑکی کو دیکھا۔ وہ خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھی بس ایک نظر جو کچھ پیسوں کی محتاج تھی۔

"میں آپ کو ایک ڈاکٹر کا نمبر دیتی ہوں آپ اس سے رابطہ کرے بابا۔ آپ کی بیٹی کی بینائی واپس آسکتی ہے شاید اللہ یہ میرے ہی ہاتھوں کروانا چاہتا ہے۔"

ان کو نمبر پتا نوٹ کرواتے انہیں بے یقینی میں مبتلا چھوڑے وہ چلتی بنی۔۔۔

وہ تقریباً آٹھ سال کی بچی تھی۔ جو لاغر وجود لئے زمین پر کسی ڈھیر کی طرح پڑی تھی۔

اس کا جسم زخموں سے بھرا وحشیانہ تاثر دے رہا تھا۔ کپڑے جسم پر اوڑھے نہیں پھینکے گئے تھے۔

سانس لینے کی کوشش میں وہ پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔

اس کے سرد سوکھے ہونٹوں سے آہ کی صورت ایک لفظ نکلا تھا۔

اللہ۔

اور زمین و آسمان جیسے کانپ گئے تھے۔

اگلے لمحے ایک جھٹکے سے اس کی آنکھیں کھل گئی تھی۔ وہ سٹڈی روم میں بیٹھا آفس کا کام کر رہا تھا جب کچھ پل کیلئے اس نے آنکھیں موند لی اور یہ منظر اس کی بند آنکھوں کے پیچھے یوں آیا جیسے وہ اس لمحے وہاں موجود ہو۔

بہت سوچنے کے بعد بھی یوعان شیخ یہ معمہ حل نہ کر سکا۔

"میم میں آپ کو تصویر بھیجتی ہوں آپ خود ہی دیکھ لے۔"

وہ ٹیرس پر کھڑی تھی جب اسے اپنی اسسٹنٹ کی جانب سے یہ پیغام موصول ہوا۔ اور پھر کچھ ہی دیر میں اس ووٹ کی تصویر اس کے سامنے تھی۔

وہ ایک منٹ میں اسے پہچان گ ئی۔

اسے رونا آنے لگا۔

"یہ۔۔۔۔یہ یسال نہیں ہے۔"

اس کا سر نفی میں ہلنے لگا۔

"یہ یسال کی طرح ہے لیکن اس کی ہینڈ رائی ٹنگ نہیں ہے۔"

لیکن۔۔۔وہ ایکدم ٹھٹکی۔

یہ ہینڈ رائی ٹنگ تو اس نے کہی دیکھ رکھی ہے مگر کہاں۔

اسے آہٹ محسوس ہوئی وہ مڑی تو دیوار سے ٹیک لگائے یوعان شیخ کھڑا تھا۔

اس کی سانس سینے میں ہی اٹک گ ئی۔اس نے یوعان کو دیکھا اور پھر اس تصویر کو۔اور وہ جان گ ئی کہ یہ لکھنے کا انداز کس کا تھا۔

دنیا دھوکہ کھا سکتی تھی لیکن مآرب اعوان نہیں وہ یسال کی لکھائی اور یوعان شیخ کی لکھائی میں فرق بتا سکتی تھی پھر چاہے جتنی بھی صفائی سے دوسرے کو کاپی کیا گیا ہو۔

اسے خود پر ہنسی آئی۔اس نے یوعان کو دیکھا جس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہ آپ تھے۔"

اس نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"جب اپنے اکیلا کرتے ہیں تو درد ہوتا ہے ناں۔"

وہ قریب آیا بہت قریب اور اس کے کان میں بڑبڑایا۔

مآرب کی آنکھوں کی پتلیاں باہر آنے لگی۔اس نے چہرہ ہلکا سا گھوما کر ترچی نظر سے اسے دیکھا۔جو دل فریب انداز میں مسکرایا تھا۔

"تو یہ آپ تھے۔شروع سے آپ ہی تھے۔"

اس کے ہونٹ اب کے سرگوشی میں ہلے۔یوعان شیخ کی مسکراہٹ گہری ہوئی ہونٹوں کے کونے اوپر کو اٹھے۔

"Does it feel like a hell?"

مآرب کے وجود میں انگارے سے بھرنے لگے۔ اگلے ہی لمحے اس نے پوری طاقت سے گھٹنا یوعان شیخ کے پیٹ میں مارا تھا۔ وہ ایکدم جھکا تھا۔ پیٹ کا درد نا قابل برداشت تھا لیکن وہ پیٹ پر ہاتھ رکھے قہقہہ لگاتے ہنسنے لگا۔ مآرب نے سلگتی نگاہوں سے اس کی تمسخر اڑھاتی ہنسی دیکھی تھی۔ دل کی جلن کے ساتھ اب کے آنکھیں انگارہ ہونے لگی تو مآرب اعوان نے لمحہ ضائع کئے بغیر ٹانگ گھمائی۔ پیر بھاری بوٹ سمیت اس کی کنپٹی پر لگا تھا۔ یوعان شیخ نے کوئی مزاحمت نہیں کی بس مسلسل ہنستا رہا۔ جیسے کوئی پاگل ہنستا ہے

اس کی برداشت چٹخنے لگی تو اس بار وہ پلک جھپکتے میں اس کے نزدیک ہوتی دانت اس نے گال پر گھاڑ گئی۔ یوعان کی ہنسی مسکراہٹ میں تبدیلی ہوئی تھی۔ یہ جنگلی اسے کھانے کے درپہ تھی۔

خون کا بہت سارا ذائقہ اس کے منہ میں گھلنے لگا تو وہ دانت ہٹا گئی۔ درد کی شدید لہر یوعان شیخ کے گال سے ہوتے پورے چہرے پر پھیلتی گئی۔

ماتھا اسی زخمی گال سے ٹکائے وہ غراتی ہوئی غصیلے سرگوشی میں بولی۔

"مجھے کمزور ہرگز مت سمجھنا میں تمہاری رگوں میں اتر کر زہر کی مانند پھیلنے لگوں گی۔ اور قسم خدا کی اس زہر کا توڑ میرے سوا کسی کے پاس نہیں ہوگا۔"

"آپ۔۔۔۔۔ بھول گئی میں آپ سے دس سال بڑا ہوں۔"

وہ مسکراتی آواز میں اسی کی طرح سرگوشیانہ بولا۔ تو مآرب نے دوری بناتے عجیب نظروں سے اسے دیکھا۔ یا تو وہ پاگل تھا یا اسے بنانے پر تلا تھا۔

"میں تو کتی۔۔۔۔۔"

یوعان شیخ کی مسکراہٹ اگلے ہی لمحے غائب تھی۔ اس کی بات شروع ہونے سے پہلے ہی وہ اسے دبا چکا تھا۔ چہرے پر غضب ناک حد تک سرد مہری لئے وہ اس کا گلا ہاتھ میں جکڑ چکا تھا۔

مآرب کی سانس دم توڑنے لگی یہاں تک اس کی آنکھیں ابل کر باہر آنا شروع ہوئی۔

"میں اپنی عزت میں کمی آنے نہیں دیتا نہ اس کی اجازت خود کو دیتا ہوں اور نہ دوسروں کو۔"

اس کے گالوں پر بہتے آنسو دیکھتے وہ بے ساختہ ہاتھ ہٹا گیا۔

مآرب نے یاسیت سے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"میرے ساتھ ہی کیوں۔"

یوعان شیخ کچھ لمحوں کیلئے کچھ بول ہی نہ سکا۔ اس سوال کا جواب آسان تھا پر دینا مشکل۔

"التماش آفندی۔۔۔۔۔۔۔نام یاد ہے۔"

یہ نام۔۔۔۔۔۔یہ نام وہ کیسے بھول سکتی تھی۔ لیکن چونکنے کی بات یہ تھی کہ یہ نام اس نے یوعان شیخ۔۔۔۔اپنے شوہر کے منہ سے سنا تھا۔ اور وہ پھتر بن گئی تھی۔

اس کی پھترائی صورت دیکھ کر یوعان کے چہرے پر ایک استہزائی یہ مسکراہٹ چھا گئی۔

پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ کچھ قدم بڑھا کر اس کے قریب ہوا۔

تبھی مآرب کے پھڑ پھڑاتے ہونٹوں سے سرگوشی کی صورت میں سوال نکلا۔

"کیا رشتہ تھا تمہارا اس سے۔"

توطے ہوا یہ لڑکی غصے میں کبھی اسے عزت سے نہیں پکارے گی۔

"میرے ماموں تھے وہ مآرب۔"

اور مآرب کو لگا کسی نے کھولتا ہوا پانی بے دریغ اس پر انڈیلا ہو۔

ماضی۔

"تم ادھر سے ہلنا مت میں آئی سکریم لے کر آتا ہوں۔"

یسال نے اسے پارک کے دروازے پر کھڑا کرتے کہا اور خود مریم کے پیچھے چلا گیا۔

وہ کچھ دیر تو ادھر ادھر دیکھتی رہی۔ جب ان دونوں کو وقت زیادہ ہو گیا تو انہیں ڈوھڈنے چل پڑی۔ اور چلتے چلتے وہ پارک سے نکل کر سڑک پر آ نکلی۔ کسی اپنے کو نا پا کر اب کے اسے ڈر لگنے لگا اور ڈر آنسو کی صورت آنکھوں سے بہہ نکلا تھا۔

وہ روتے روتے سڑک کے بیچ آ گئی تھی جب سامنے سے تیزی سے آتی گاڑی ایک جھٹکے سے بریک لگا گئی۔

"کیا ہوا۔"

پیچھے کی سیٹ پر بیٹھے ایک پینتیس سالا شخص نے ڈرائی یور سے پوچھا۔

"صاحب وہ بچی گاڑی کے سامنے آ گئی ہے۔"

ڈرائی یور کی بات سن کر اس شخص نے شیشے سے سر نکال کر دیکھا تو ایک خوبصورت گول مٹول دس سالا لڑکی خوف زدہ سی کھڑی تھی۔ وہ ایکدم سے دروازہ کھول کر گاڑی سے نکلا۔

"کون ہو تم اور سڑک کے بیچ میں کیوں کھڑی ہو۔"

وہ جھک کر پوچھنے لگا۔

مآرب ڈر کر پیچھے ہوئی۔

"میرے سبلنگز کھو گئے ہیں مجھ سے میں ان کو ڈوھنڈ رہی ہو۔"

اس نے آستین سے آنکھیں رگڑ کر روندھی آواز میں کہا۔

اس شخص کی نظریں بار بار اس کے سرخ و سپید گالوں پر پھیسل رہی تھی۔

"کیا تمہیں اپنے سبلنگز کے پاس جانا ہے۔"

اس نے نرمی سے پوچھا۔

مآرب نے تیزی سے سر اثبات میں ہلایا۔

"میں تمہیں لے چلوں۔"

پوچھا گیا۔

"آپ کو پتا ہے وہ کہاں ہے۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس نے معصومیت سے سوال کیا۔

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

مقابل کی آنکھوں میں پراسرایت سی چمک گئی۔

اور پھر مآرب کی اجازت پر وہ اسے گاڑی میں بیٹھا گیا۔

"صاحب کہاں جانا ہے۔"

ڈرائیور نے بچی کو دیکھ کر پست لہجے میں پوچھا۔

"فارم ہاوس۔"

باقی آئندہ

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

safareadab.com

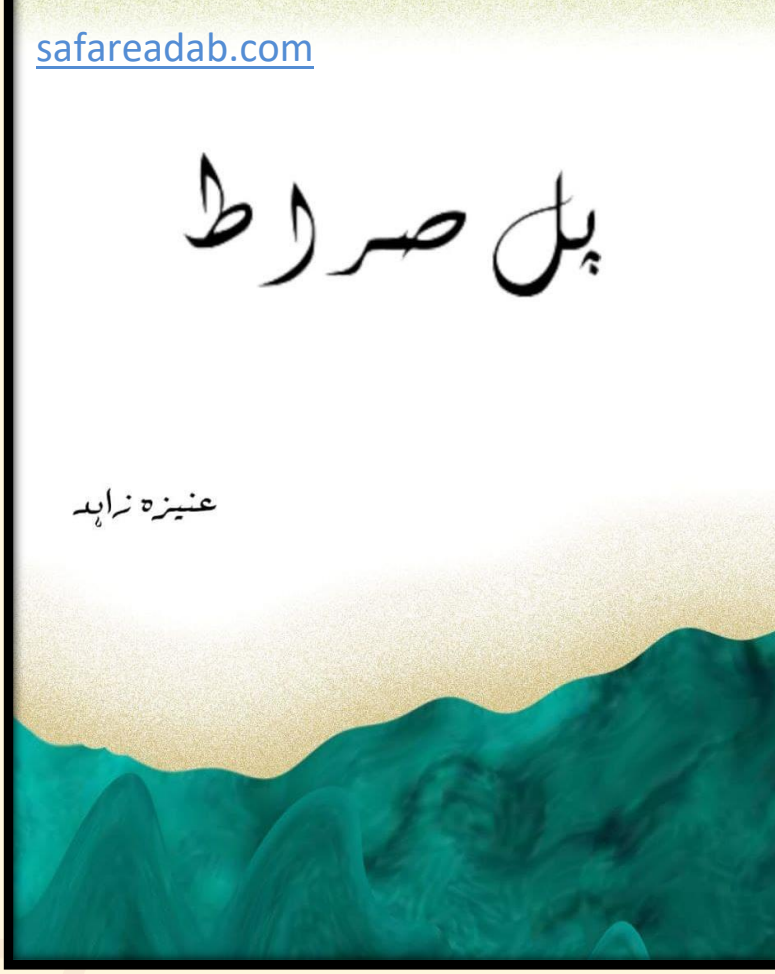

"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہو نا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آ جائے گی۔'

اسکے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

safareadab.com

"یہاں دستخط کرو غازہ ! "کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بُری طرح کانپے تھے۔ وہ تو باآسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی جست میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! "سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔

"سچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا ادھورا رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلیج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمیٹڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلیج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلیج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ح جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھابھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگِ حبِّ الٰہی تو اترتا نہیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے تو بچ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پُر یقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ٹائپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آئمہ۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ ور اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

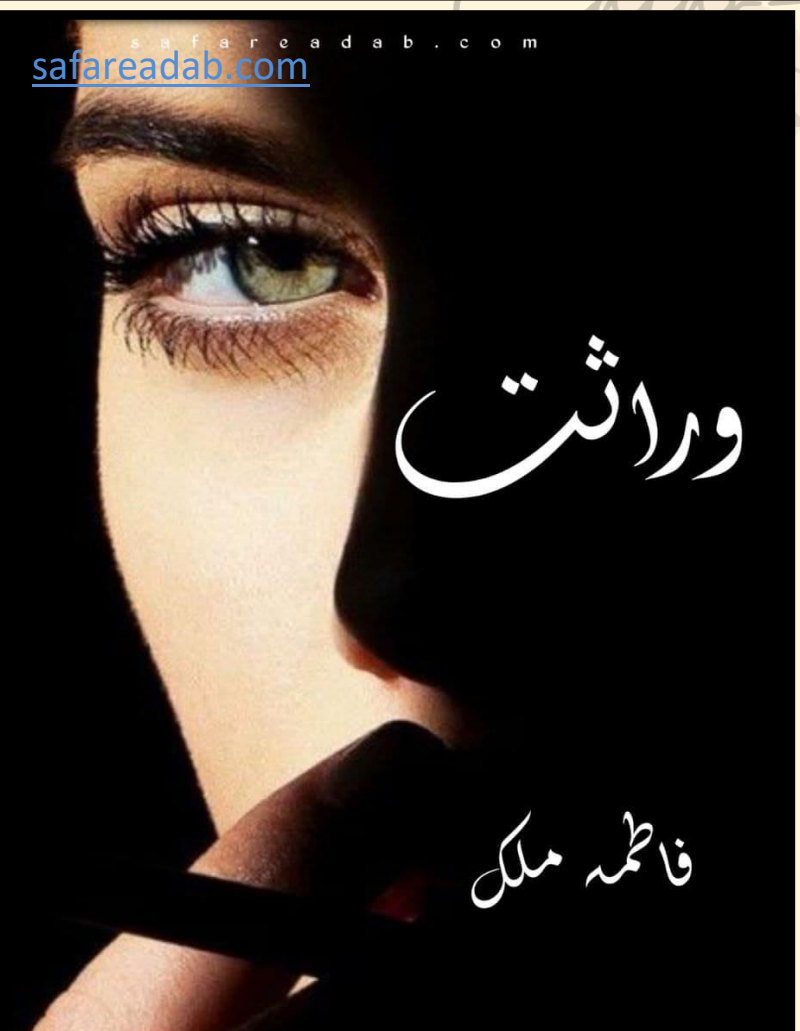

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زوردار تھپڑ مار دیا۔۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آ چکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے پلٹی اور حسن خان وہیں دل تھام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج حسن مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے ہسبنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

ناول آنگن کے پھول کی ایک جھلک

"نوررررر!" وہ چیخا تھا۔ اور بھیڑ کو چیرتا ہوا ادھر اُدھر اسے تلاش کر رہا تھا۔

زخمی پیر کے ساتھ وہ اس قدر بھیڑ میں سب کو تلاش کر رہی تھی، پر وہاں کوئی نہیں تھا۔ فضا ایک بار پھر گولیوں کی برسات ہوئی۔ اور نور کو اپنا بائیاں بازو چیرتا ہوا محسوس ہوا۔ پل بھر کے لیے آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا۔ دماغ پر زور ڈالتے اُس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔ پر قدم لڑکھڑاہٹ کا شکار ہوئے۔

"نوررررر!" وہ پوری قوت سے بھیڑ میں جگہ بناتے چلایا تھا۔ اس کی آواز میں ایسی گرج تھی کہ آتے جاتے لوگوں نے اس قدر بھیڑ میں بھی ایک بار اُس کی طرف ضرور دیکھا تھا۔

نور نے دھندلاتی آنکھوں سے اپنے بائیں جانب سے کچھ دور کھڑے اذبان کو دیکھا۔ بے اختیار اس نے قدم آگے بڑھانے چاہے۔ پر وہ نہیں بڑھا سکی۔ اسے اپنے گھر والوں کی کہی باتیں یاد آنے لگی۔ دادی جان کا بار بار اُسے روکنا اور اس کا ضد کر کے یہاں آنا۔ اس کا

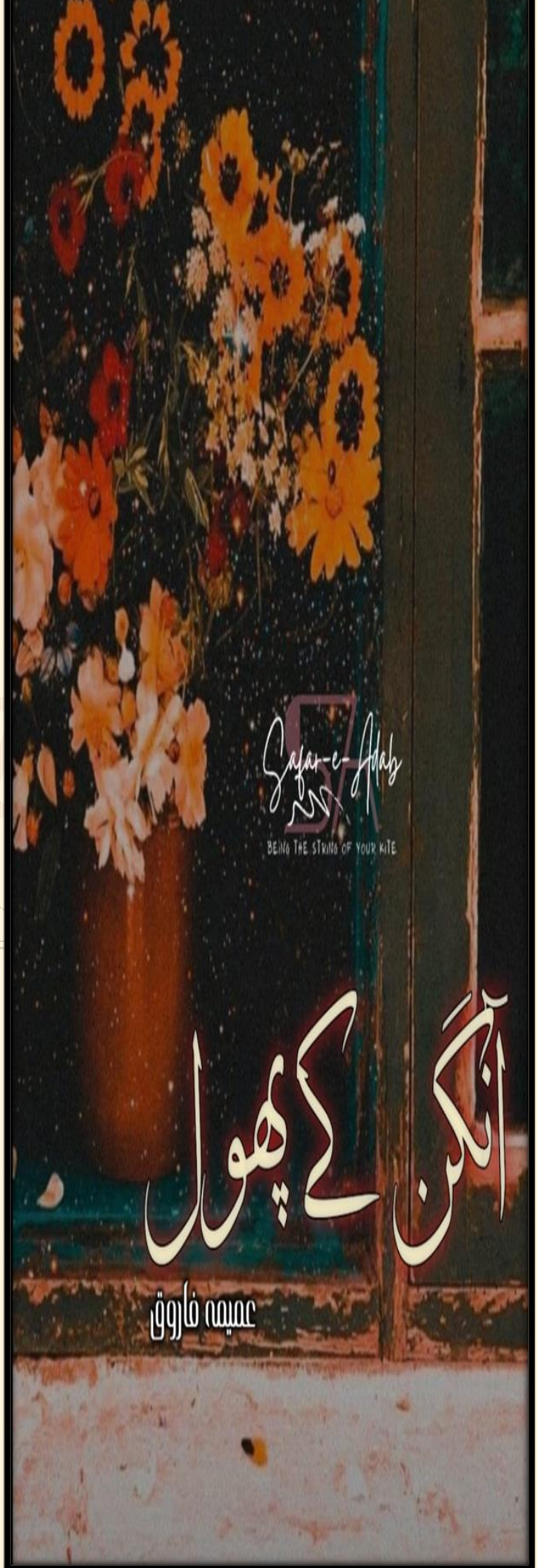

دل چیخ چیخ کر رونے کا کیا۔ پر تکلیف کی شدت سے وہ چیخ بھی نہیں سکی۔

"نور۔۔!" وہ چلایا اس کا دل چاہا وہ وہی زمین پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ پر اس کا گلابی آنچل جو اب ڈھلک اس کے کندھے سے نیچے آ گیا تھا۔ اذبان کو دکھ گیا۔ نہ جانے اسے دیکھتے ہی جسم میں ایک بار پھر سے جان آ گئی تھی۔ پر چند قدم چلتے ہی اذبان نے اس کے چہرے پر غور کیا۔ وہ ہوش کھو رہی تھی۔ خون اب بازو سمیت پوری قمیض بھگو چکا تھا۔ چہرے پر حزن پھیلا ہوا تھا۔

ہادی تیزی سے بھاگ رہا تھا اور ہر طرف چیخ چیخ کر انہیں پکار رہا تھا۔ اور بے اختیار اس نے سوچا اگر وہ دونوں اندر رہوئے تو۔ اگر وہ باہر نکل ہی نہیں سکے تو۔ یہ سوچ آتے ہی وہ واپس اندر کی طرف بڑھا۔ جس جگہ سے سب خوفزدہ ہو کر وہاں سے باہر بھاگے چلے آ رہے تھے۔ وہی پر کسی کو رشتوں کی طاقت کھینچ لائی تھی۔

ہادی کے پیچھے اب علی اور آزان بھی وہاں آ چکے تھے۔ باقی سارے لڑکے باہر لڑکیوں کے ساتھ ہی تھے۔

اُس نے اذبان کو دوڑتے ہوئے اپنے قریب آتے دیکھا۔ بھیڑ میں جگہ بناتے لوگوں کو چیرتے وہ اس تک پہنچ رہا تھا۔ اچانک اس کے زخم والی جگہ پر کوئی ٹکرایا۔ تکلیف کی شدت سے اُس نے آنکھیں بند کی۔ اُس کا پورا ہاتھ جیسے جل رہا تھا۔ پیر پر آگے بڑھنے کے لیے دباؤ ڈالا تو پیر کا زخم پھر یاد آیا۔ لڑکھڑاتے ہوئے وہ بس اپنی جگہ سے چند انچ ہلی تھی۔ اسے بچوں کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اور اچانک ہی ایمبولینس اور پولیس کی گاڑیوں کے سائرن بجنے لگے تھے۔

اذبان نے اس کے بازو سے بہنے والے خون کو دیکھا۔ اور پھر تیزی سے قدم آگے بڑھائے۔ ایک دھکا پھر اسے لگا پر اس بار اس نے خود کو گرنے سے بچا لیا۔

"نوررر!" اس نے نور کو پکارنا چاہا۔

وہ اب کی بار ہل بھی نہیں سکی۔ دھندلائے چہرے اب مٹ گئے۔ اُس نے اپنے آس پاس اپنوں کو تلاشنا چاہا۔ وہ جو سب کے کام آ جایا کرتی تھی۔ سب کی مشکلیں دور کر دیا کرتی تھی۔ آج اُسے اپنی مدد کے لیے وہاں کوئی اپنا نہیں دکھا۔ اُس نے بے اختیار آنکھیں کھولنے

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF WORDS

کی کوشش کی۔ چند قدم دور اسے اذبان نظر آیا۔ اس نے پوری طاقت لگا کر قدم آگے بڑھانے چاہے پر نہیں بڑھا پائی۔ اس پہلے وہ زمین بوس ہوتی اذبان نے روتے ہوئے اسے تھام لیا۔ اور بغیر کسی کی پرواہ کئے اسے لیے باہر کی طرف بھاگا تھا۔

محبت بچھڑ گئی

محبت ملنے سے پہلے

ہادی نے دور سے اذبان کو بھاگتے ہوئے دیکھا۔ وہ کسی کو گود میں اُٹھائے دیوانہ وار ان کی طرف بھاگ رہا تھا ۔ وہ نور نہیں تھی۔ وہ نور ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ پر پھر اس کا چہرہ ڈھلک کر ہادی کے سامنے آیا۔ ایک دم سفید چہرہ۔ جیسے سارا خون جسم سے بہہ گیا ہو۔ ہادی نے سانس لینے کی کوشش کی پر وہ نہیں لے سکا۔

"نور۔۔!" اُس نے گھبراتے ہوئے سرگوشی کی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں کلک کریں۔

safareadab.com

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جا سکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب